

میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کے تابع ہیں (ان سب میں) یقیناً مہلکوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ کے سوا کو اللہ کا شریک بنا لیتے ہیں جن سے وہ ایسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی کہ اللہ سے محبت کرنی چاہیے۔ اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ اور اگر یہ ظالم اس وقت کو دیکھ سکتے جبکہ عذاب ان کے سامنے ہوگا تو ان پر حقیقت کھل جاتی کہ سارا زور اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ اس وقت انکا کیا حال ہوگا جبکہ پیشوا اپنے پیروکاروں سے بیزاری ظاہر کریں گے اور ان کے آپس کے تعلقات ختم ہو جائیں گے اور پیروکار کہیں گے کہ کاش دنیا میں پھر جانا ہوتا تو ان سے ہم بھی اسی طرح بیزاری ظاہر کر دیتے جس طرح یہ ہم سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں۔ اسی طرح اللہ ان کے کاموں کو حسرت و افسوس بنا کر ان کے سامنے لاتے گا اور وہ دوزخ سے نہ بچ سکیں گے۔

لے آیت میں اللہ کی توحید کے ساتھ اس کا تعارف بھی کر دیا گیا ہے کہ وہ خوف و دہشت کی طاقت نہیں ہے کہ اس سے نعلق جوڑنے میں کسی وسیلہ و سنارشی کی ضرورت ہو بلکہ محبت و رحمت کا پایہ ہے کہ ہر شخص اس سے تعلق جوڑ سکتا اور ہر ایک اس کو راضی و خوش رکھ سکتا ہے۔ پھر آگے کی آیت میں اس کی رحمت و محبت کا ثبوت پیش کیا ہے کہ اس نے یہ سارا کارخانہ انسان کی خدمت اور اس کو فائدہ پہنچانے کے لیے پیدا کیا ہے۔ یہ اہتمام و انتظام انسانوں کے ساتھ اس کی محبت و رحمت کا کھلا ثبوت ہے۔ لے قرآن میں اس قسم کی تقریباً ۵۰ آیتیں ہیں جن سے ایک طرف اللہ کی وحدانیت کا ایک ہونے اور اس کی رحمت و محبت اور اس کی عظمت و قدرت پر دلیل قائم ہوتی ہے، جو عام فائدہ ہے۔ اور دوسری طرف ”یتفکرون“ اور ”یعقلون“ کے ذریعہ ان میں غور و فکر اور ریسرچ و تحقیق کی دعوت بھی ہوتی ہے تاکہ ان سے خاص فائدہ حاصل کیا جائے۔ سائنسی تحقیقات جن سے دنیا فائدہ اٹھاتی ہے وہ سب انہی میں غور و فکر اور ریسرچ و تحقیق کے نتیجے میں ظاہر ہوئی ہیں۔ یہ بڑی زیادتی کی بات ہے کہ ان سے عام فائدہ جو لوگوں کو دکھائی دیتا ہے اس کو تو حاصل کیا جائے لیکن وہ خاص فائدہ جس میں محنت و مسقت زیادہ پڑتی ہے اس کو دوسروں کے حوالہ کر دیا جائے۔ وہ قومیں بالعموم خاص فائدہ سے محروم رہتی ہیں جو گراؤ و پستی میں مبتلا ہوتی ہیں اور محنت و مسقت کے کام (غور و فکر اور

ریسرچ و تحقیق سے جی چراتی ہیں اور پھر ذلت و غاری ان کی قسمت بن جاتی ہے۔ اس قسم کی کتب سے جس طرح عام فائدہ مطلوب ہے، خاص فائدہ بھی مطلوب ہے

اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن میں بار بار نہ ان چیزوں کا ذکر ہوتا اور نہ جبکہ جبکہ ان میں غور و فکر کی دعوت دی جاتی جس قدر ان میں غور و فکر اور ریسرچ و تحقیق سے کام لیا جائے گا اسی قدر اللہ کی وحدانیت، اس کی رحمت و محبت اور اس کی عظمت و قدرت پر نشانیاں اور دلیلیں حاصل ہوں گی۔

لے یہ آیت اس بات میں واضح ہے کہ اللہ اور بندوں کے درمیان اصلی رشتہ محبت و محبوبیت کا ہے جو ایمان کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ محبت کی چاشنی ہی انسان کو اللہ کی طرف کھینچتی اور اس کی فرمانبرداری میں لطف و سرور کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔

لے محبت و محبوبیت کا یہ رشتہ شرک سے نہیں قائم ہوتا ہے چنانچہ شرک ان سے زیادہ محبت کرتے ہیں جن کو اللہ کا شریک یا اس کا مقابل ٹھہراتے ہیں۔ پھر ان تمام فوائد سے محروم رہتے ہیں جو فالص ایمان کے نتیجے میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی رشتہ کے فوائد و اثرات اور شرک کی پیوند کاری کے نقصانات کی بحث راقم کی کتاب ”حدیث کا درایتی معیار“ میں ملے گی۔

بقیہ: حرفِ اول

کر سامنے آتی ہے جو قرآن کالج اور قرآن اکیڈمی کے قیام کی بنیاد ہے۔ یہ کتاب یعنی ”اسلام اور پاکستان“ پچھلے چند برسوں سے دستیاب نہیں تھی۔ اب حال ہی میں اس کا تیسرا ایڈیشن بہتر گیٹ اپ کے ساتھ طبع ہوا ہے۔ مناسب ہوگا کہ قارئین ”حکمتِ قرآن“ مذکورہ بالا تینوں کتابوں کے مطالعے کے لیے وقت نکالیں تاکہ قرآن کالج کے قیام کے پس پردہ کارفرما فکر و فلسفہ سے کما حقہ باخبر ہو سکیں۔

الحمد للہ قرآن کالج میں نئی ایف اے کلاس میں تعلیم و تدریس کا آغاز ہو گیا ہے۔ ایف اے میں داخلے کے لیے درخواست دینے والے طلبہ کی تعداد ہماری توقع سے زیادہ تھی۔ چنانچہ ہمیں اس کلاس کو دو حصوں (SECTIONS) میں تقسیم کرنا پڑا ہے۔ بی اے کلاس میں نئے داخلوں کا مرحلہ بھی طے پاچکا ہے اور ماہ اکتوبر کے بعد میں ان شاء اللہ تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہو جائے گا۔ یہ سب کچھ اللہ ہی کی تائید و توفیق کے طفیل ہے۔ اور دعا ہے کہ وہ اس ادارے کو فی الواقع خدمتِ قرآنی کا ایک اہم مرکز بنا دے۔ وَمَا ذَلِكْ عَلَي اللّٰهِ بَعْوِيز۔

جنت کا شجر ممنوعہ!

تازہ حکمتِ قرآن ستمبر ۱۹۸۹ء میں جناب صلاح الدین صاحب مدیر، تکبیر، کراچی کی تقریر کے حوالہ سے جنت کے شجرِ ممنوعہ کی نہایت دل چسپ تاویل نظر سے گزری۔ اگر آپ کے 'حکمتِ قرآن' میں یہ بحث شائع نہ ہوتی تو مجھے یقین نہ آتا کہ بلا درم صلاح الدین صاحب جیسا پختہ اسلامی مفکر ایسی بات منہ سے نکال سکتا ہے۔

دراصل نشہ کی حرمت بیان کرتے ہوئے صلاح الدین صاحب کے خلاق ذہن نے ایک آخری دلیل حرمت وضع کر لی کہ انسان اول (جو اس وقت رسول بھی تھے) کو بھی خدا تعالیٰ نے نشہ کی چیزوں کے استعمال سے روکا تھا۔ مگر وہ رک نہ سکے اور نشہ کر بیٹھے اور اس کے نتیجہ میں عربیاں ہو کر زمین پر پہنچا دیئے گئے۔

یہ تفسیر بالرائے کی بڑی دلچسپ (اور فتوے کی رو سے موجبِ معصیت) مثال ہے۔ میں حکمتِ قرآن کے قاری صاحبان کو شجرِ ممنوعہ کی اس سے زیادہ دلچسپ مثال سنانا چاہتا ہوں۔

حسن اتفاق یہ کہ جس طرح صلاح الدین صاحب ایڈیٹر اور لیڈر دونوں عظمتوں کے مالک ہیں، اسی طرح وہ بزرگ بھی اپنے دور میں بڑے لیڈر، بڑے صحافی اور بڑے جو شیلے خطیب تھے۔ اور وہ تھے سرزمینِ پنجاب کے لعلِ جلیل مولانا طاہر علی خاں صاحب مرحوم ایڈیٹر زمیندار۔

مولانا مرحوم کے مضامین کا ایک مجموعہ لطائفِ ادب کے نام سے پہلی بار ۱۹۲۵ء میں چھپا تھا اور خاکسار نے اس میں شجرِ ممنوعہ کی عجیب و غریب تاویل دیکھ کر ایک تنقیدی مضمون ماہنامہ دارالعلوم دیوبند دسمبر ۱۹۵۸ء میں شائع کرایا تھا۔ مرحوم نے

لکھا ہے :

ذَلَّ النَّاسُ بآ هَذِهِ الشَّجَرَةَ
فَتَكُونُوا مِنَ الظَّالِمِينَ
(البقرہ: ۳۵)

اے آدم تم اور تمہاری بیوی اس درخت
کے پاس بھی ہو کر نہ گزرناور نہ تمہارا شمار
ظلم کرنے والوں میں ہوگا۔

قرآن کی اصطلاح میں ظلم سے مراد شرک ہے۔ گویا آدم وحوٰا کو متنبہ کیا گیا کہ اگر تم نے
امر خداوندی سے سرتابی کی تو تم مشرک سمجھے جاؤ گے اور خدائے واحد کی ذات
وصفات میں دوسرے کو شریک کرنے کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا۔ اب سوال یہ
پیدا ہوتا ہے کہ وہ درخت جس کے نزدیک جانے سے آدم منع کئے گئے تھے
کس قسم کا تھا؟ — اور اس کی حقیقت کیا تھی؟

ہمارے مفسرین کہتے ہیں کہ وہ درخت گندم کا تھا، لیکن اس تاویل سے ان لوگوں
کی تضحقی نہیں ہو سکتی جو الفاظ کے لغوی مفہوم پر ہی فتاعت کرنے کے خوگر ہیں۔
پھر اگر خدا تعالیٰ نے آدم کو درخت زیر بحث کا پھل کھانے سے روکا تو ظاہر ہے کہ
یہ درخت از قبیل نباتات نہ تھا بلکہ کوئی تمثیلی استعارہ تھا جو آدم کی نوزائیدہ فطرت کو
اس بدترین گناہ کی آتش سے پاک رکھنے کے لئے تجلیف اور ترمیم کے طور پر
استعمال کیا گیا تھا جس کا ارتکاب انسان کو کفر کی حد تک پہنچا دیتا۔

اس بدیہی حقیقت کو قرآن حکیم نے خود یہ کہہ کر بے نقاب کر دیا ہے کہ
اے محمد! کیا تم نے اس حقیقت پر
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا
كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ
(ابراہیم: ۲۴)

غور نہیں کیا کہ خدا نے نیک بات کو
پاکیزہ درخت سے تشبیہ دی ہے۔

آگے خدا تعالیٰ نے فرمایا :

وَمِثْلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ
جَبِيثَةٍ
(ابراہیم: ۲۶)

مشابہ ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جس درخت کے قریب جانے سے آدم کو روکا گیا وہ